© rasailojaraid.com

پہلی بات — انیس الحسن

قِفا نبک مِن ذِکرٰی حبیبٍ و منزلٖ

مفکرِ ملت مفتی عتیق الرحمن عثمانی نمبر ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس کے لئے یا مضمون ترتیب دیا اور شائع کیا جا رہا ہے۔

اِدارہ ندوۃ المصنفین جو آج زندگی کے پچاس سال پورے کر رہا ہے، اپنے بانی۔ اپنے معمار۔ اپنے سربراہ و رُوحِ رواں، مُفکرِ ملت مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی رح کی یادوں سے منسوب یہ خصوصی شمارہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر کے اپنے اُس فریضۂ منصبی کی تکمیل کر رہا ہے جو حضرت مفتی صاحب رح کی وفات حسرت آیات نے اُس پر عائد کیا تھا۔ اور جس کے لئے اِدارہ کے قدردان احباب و مخلصین کی جانب سے طلب و فرمائش برابر جاری تھی۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً

* * *

مفتی صاحب رح کو اس دنیا سے رخصت ہوئے آج تین سال ہو رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یقیناً اس شمارہ کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو چکی ہے۔ لیکن پے در پے حوادث و مشکلات جو اس درمیان پیش آتی رہیں۔ اُن کا مختصر تذکرہ بھی اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام ہماری مجبوریوں کا پورا اندازہ کر سکیں۔

* * *

مفتی صاحب رح سے قریبی تعلق رکھنے والے مخلصین کو بھی عام طور پر یہ معلوم نہیں کہ مفتی صاحب رح کی اہلیہ (افسوس کہ آج اُن کو بھی مرحومہ لکھنا پڑ رہا ہے) بہت برسوں سے مختلف عوارض میں مبتلا اور مستقل طور پر صاحب فراش تھیں۔ قدرتی بات ہے کہ اُن کی طویل علالت کا مفتی صاحب رح کے قلب و ذہن پر گہرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اثر تھا، مگر وہ پیکرِ صبر و ثبات شاذ و نادر ہی اپنی اس پریشانی کا کبھی کسی سے اظہار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی فالج کے حملہ سے بے بس ہو کر رہین بستر ہو گئے۔ خود ان کی علالت نے بھی کافی طول کھینچا۔ اس طرح گھر میں دو مستقل اور بدیست و پا مریضوں کی خدمت اور اس پر مستزاد علاج معالجہ کی بھاگ دوڑ۔ عیادت اور مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کا تسلسل، خیریت طلبی کے مراسلات اور ان کی جوابدہی اور دوسرے ناگہانی کاموں نے ایسی ہنگامی شکل اختیار کر لی جس کا اثر گھریلو حالات کے ساتھ ساتھ ندوۃ المصنفین اور بُرہان کے ادارتی نظام پر بھی پڑنا ایک قدرتی بات تھی۔ پھر بالآخر مقررہ ساعت سامنے آئی اور مفتی صاحب اپنی زندگی بھر کی تھکن ساتھ لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور لپسماندگان کے غم زدہ دلوں کو پوری طرح صبر کا سہارا ملنے بھی نہ پایا تھا کہ مفتی صاحبؒ کی اہلیہ بھی آسودۂ رحمت ہو گئیں۔

یکے بعد دیگرے ان حوادث کے ساتھ ساتھ خود مفتی صاحبؒ کے رفیق عزیز بُرہان کے ایڈیٹر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی خطرناک علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور وہ بھی کچھ مہینوں بعد دارالخلد کو سدھار گئے۔

الغرض دو ڈھائی سال کی مدت ایسی گذری کہ ادارہ کے کارکنوں کو سر اُٹھانے اور اپنے ہوش و حواس سنبھالنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ احباب اور کرم فرماؤں کے تقاضے بھی برابر جاری رہے اور ناگہانی حالات کی یہ نیرنگیاں بھی۔

اَب بگڑے ہوئے کاموں کو سنبھالنے اور اپنے معمولات کو برقرار رکھنے کے لئے کچھ کوشش شروع کی تو ایک اور اُلجھن یہ پیش آئی کہ اب ماہنامہ بُرہان کے سرپرست اعلیٰ (حضرت مفتی صاحبؒ کے رفیقِ خاص) مولانا حکیم محمد زمان الحسینی القاسمی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن کا مستقل قیام کلکتہ رہتا ہے۔ مدیر اعزازی مولانا قاضی اطہر مبارک پوری صاحب جو بیشتر اپنے وطن مالوف میں قیام پذیر رہتے ہیں۔ اور مدیر مسئول برادر مکرم جمیل مہدی صاحب جو روزنامہ عزائم لکھنؤ کی ادارت تحریر کا مستقل بوجھ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اور اس ذمہ داری کی وجہ سے لکھنؤ میں اقامت کے پابند ہیں۔

اس عرصہ میں کئی بار برہان کے "مفکر ملت" نمبر کا اعلان بھی شائع کیا گیا۔ لیکن عملاً یہ دشواری ناقابل عبور تھی کہ تینوں مذکورہ حضرات دہلی سے دور رہتے ہوئے اس خاص شمارہ کی تیاری مکمل کرا سکیں۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں ان تینوں بزرگوں نے دہلی آکر ندوۃ المصنفین کی ایک خاص نشست میں باہم مشورہ کے بعد یہ ضروری سمجھا۔ کہ مفکرِ ملت نمبر کی تیاری جو ایک مستقل کام ہے، تب ہی عمل میں آسکتی ہے کہ دہلی میں رہنے والے مفتی صاحبؒ کے کچھ مخلصین کا تعاون حاصل کیا جائے اور اس مہم کی ذمہ داری در و بست ان کے سپرد کر دی جائے ـــــ تب ہی یہ بیل منڈھے چڑھ سکے گی۔ چنانچہ راقم سطور انیس الحسن کو اور مولانا فقیہ الدین صاحب کو (شاید اس وجہ سے کہ ہم دونوں پچھلے چالیس برسوں میں مسلسل، شب و روز، سفر و حضر میں مفتی صاحبؒ کے کرم، شفقت و اخلاص سے بہرہ مند رہے ہیں) اس خدمت کے لئے موزوں سمجھا گیا۔ اور قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔

اپنی بات اگر کہوں تو واقعہ یہ ہے کہ میری بے مائیگی اور حالات اس بار عظیم کے متحمل نہ تھے۔ لیکن عمر بھر مفتی صاحبؒ نے جس کرم و اختصاص اور تعلقِ خاطر سے نوازا، اس کے بعد کسی پس و پیش کی گنجائش بھی نہ تھی۔ اللہ کے بھروسہ پر میں نے اور مولانا فقیہ الدین صاحب نے اس ذمہ داری کو سنبھالا۔ اور کام کی شروعات کے لئے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارباب علم و فضل کی فہرست تیار کرنی چاہی جو اپنے دیرینہ تعلق اور قدردانی کے ساتھ مفکر ملّت نمبر کے لئے مفتی صاحبؒ سے متعلق اپنے تاثرات و مشاہدات قلمبند کرسکیں مگر یہ دیکھ کر کچھ ہمت ٹوٹی کہ مفتی صاحبؒ کی ہمعصر جوہر شناس ہستیاں، جیسے ڈاکٹر ذاکر حسین ۔ مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی ۔ مولانا حفظ الرحمٰن ۔ سید فخر الدین علی احمد ۔ مولانا محمد عثمان فارقلیط (ایڈیٹر الجمعیۃ) مولانا سعید احمد اکبرآبادی ۔ مولانا محمد مسلم (ایڈیٹر دعوت) مولانا عبدالماجد دریابادی ۔ قاضی عبدالغفار ۔ شیخ محمد عبداللہ خالد کشمیر ۔ بیرسٹر نورالدین احمد ۔ ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی ۔ مولانا عبدالسلام قدوائی ۔ ڈاکٹر آر۔ اے حکیم ۔ مولانا قاری محمد طیب وغیرہ جنہیں مفتی صاحبؒ پر قلم اٹھانے کا حق حاصل تھا، آج اس دارفانی میں موجود ہی نہیں ہیں، اور کچھ اگر باقی بھی ہیں (جیسے مولانا ابواللیث صاحب ۔ بدرالدین طیب جی ۔ مولانا محمد یوسف ۔ الحاج محمد یونس سلیم ۔ مولانا حامد الانصاری غازی ۔ مولانا قاضی سجاد حسین وغیرہ) تو وہ اپنی عمر طبعی اور اعذار و ناتوانی کی اس منزل میں ہیں کہ ان سے صرف دعائیں ہی طلب کی جاسکتی ہیں ۔

پھر بھی جہاں تک نظر جاسکی ۔ مفتی صاحبؒ کے مخلصین اور قدردانوں کی ایک طویل فہرست تیار کر کے اُن سے مراسلت کی ۔ ریمائنڈر بھیجے ۔ مکرر یاد دہانیاں کیں اور جو کچھ حاصل ہوسکا سر آنکھوں سے لگایا ۔

ساتھ ہی یہ بھی کوشش کی کہ خود مفتی صاحبؒ کے اپنے دفتری ریکارڈ سے جو متعلقہ مواد مل سکے چھانٹ کر نکالا جائے ۔ مگر اس ارادہ سے جب ندوۃ المصنفین کی الماریوں اور فائلوں پر نگاہ ڈالی، تو یقین کیجئے کہ چکر سا آگیا ۔ اور تیس پینتیس سال کے جمع شدہ ریکارڈ ۔ بیشمار خطوط ۔ ٹیلی گرامس ۔ دعوت ناموں ۔ رپورٹوں اخبارات و رسائل کے تراشوں اور بے ترتیب و منتشر کاغذات کی گڈیوں کا ایک طومار دیکھ کر یکبارگی جگر مرادآبادی مرحوم کا شعر یاد آگیا :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ عشق نہیں آساں، بس اتنا سمجھ لیجئے
ایک آگ کا دریا ہے، اور ڈوب کے جانا ہے

یہ صورت حال میری اپنی ہمت اور حوصلہ کے لئے بڑا چیلنج تھی مگر اللہ بھلا کرے مولانا فقیہ الدین صاحب کا کہ انہوں نے بڑی مستعدی کے ساتھ یہ کام ورد میری اپنے ذمہ لے لی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اپنی صحت و معمولات کے تقاضوں کو انگیز کر کے انھوں نے جس دیدہ ریزی۔ تندہی۔ پابندی اور اخلاص و تحمل کے ساتھ پانچ ماہ تک مسلسل اس لق و دق جنگل کی جادہ پیمائی کی، ان کی وہ تمام محنت بلاشبہ شکر و سپاس کے پیمانوں میں نہیں سما سکتی۔ تقبل اللہ منہ وجزاہ خیراً۔

یوں تو اسلاف اور بزرگوں کے نقوش زندگی اور کارناموں کو سمیٹ کر محفوظ کرنا بجائے خود عالم انسانی کی ایک تعمیری خدمت اور آنے والی نسلوں کے لئے وسیلۂ ہدایت اور نشانِ خیراندیشی ہے۔ مگر اس شمارہ کے مرتبین کا مطمح نظر ایک عظیم شخصیت کی سوانح نگاری اور سرگذشت حیات کی تدوین سے بھی کچھ زیادہ وسیع ،،، درحقیقت ایک طرح سے اس پون صدی کی واردات اور وقائع نگاری ہے جس سے تاریخ کے وہ مضمحل گوشے بھی ریکارڈ پر آجائیں جو بصورت دیگر گردش لیل و نہار کے ہاتھوں دماغوں اور ذہنوں سے بالکل فراموش ہو جاتے۔ اور آنے والے مؤرخ کو بڑی جستجو کرنی پڑتی کہ اس انقلابی دور کا پس منظر کیا تھا۔ عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ملتِ اسلامیہ کو اور خود ہندوستان کی قومی اور اجتماعی زندگی کو کس کس نشیب فراز سے گذرنا پڑا۔ کن کن تحریکوں نے اس پون صدی میں سر اٹھایا اور ان کے عوامل و نتائج کیا تھے۔ ہمارے حال و مستقبل پر ماضی نے کیا اثرات قائم کئے اور ہمیں کن مسائل و افکار کے سپرد کیا۔!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کی ابتدا (جو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا زمانہ ہے) انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ ہنگامہ خیز اور طوفانی دور تھا۔ جس نے روئے زمین پر زندگی کے اطوار و انداز یکسر بدل کر رکھ دیئے۔ اور پوری انسانی دنیا کو فکر و مزاج کے ایک نئے ماحول اور نئی آب و ہوا کے آغوش میں دے دیا۔ اس دور میں عالمِ اسلام کی صدیوں سے برسرِ اقتدار مرکزیت (خلافت) دم توڑ رہی تھی۔ اناطولیہ۔ طرابلس اور بلقان کے آخری مورچے منہدم ہو رہے تھے تو دوسری طرف اسی دور میں جمال الدین افغانی، محمد عبدہٗ، رشید رضا۔ عبید اللہ سندھی۔ ڈاکٹر محمد اقبال جیسے بیدار مغز مصلحین اور نبض شناسانِ انقلاب اُمت کو حرکت و بیداری کا پیغام سنا رہے تھے۔

اِدھر اندرونِ مُلک غیر ملکی غلامی سے آزاد ہونے اور خود کو سنبھالنے کی تحریک پروان چڑھ رہی تھی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ راجہ مہندر پرتاب۔ جمشید جی ٹاٹا۔ سی آر داس گوکھلے۔ موتی لال نہرو۔ سیف الدین کچلو۔ حسرت موہانی اور مولانا ابو الکلام آزاد۔ اس تحریک کے نقیب تھے۔ جو بالآخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو بامراد اپنی منزل کو پہونچ سکی ــــ ملک آزاد ہوا۔

مگر آہ! کہ آزادی اپنے ساتھ آگ اور خون کا ایک سیلاب بھی لائی جس کے داغ دھبّوں سے ملک کا دامن ــــ آج چالیس برس کے بعد بھی ــــ صاف نہیں ہو سکا ہے۔

مفتی صاحبؒ ٹھیک اسی انقلابی دور میں پیدا ہوئے۔ پلے۔ بڑھے اور پروان چڑھے تھے۔ ان کی آنکھوں نے وقت کی بدلتی ہوئی کروٹوں کو بڑی گہری نظر سے دیکھا تھا۔ ان کے شعور و احساس نے اپنے گرد و پیش سے پورا اثر لیا تھا۔ انھوں نے وقت کی پکار کو پورے دھیان سے سُنا، اور عافیت پسندی کی بجائے جہد و عمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی زندگی اختیار کی۔ اور وہ پچاس سال سے زیادہ حرکت وعمل کے اسٹیج پر ایک انتہائی سرگرم کار ایکٹر رہے۔

اس لحاظ سے ہمیں امید ہے کہ اس دور کی تاریخ لکھنے والوں کو مفتی صاحبؒ کی سرگذشت حیات سے بہت کار آمد مواد مل سکے گا اور حال وماضی کے سرشتوں کو جوڑنے میں بڑی سہولت ہوگی۔

شیریں تر از حکایت مانیست قصہ

تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

———— ⁂ ————

ہم تہ دل سے شکر گذار ہیں اُن تمام اکابر واحباب کے، جن کی کاوش فکر وقلم اس یادگار شمارہ کی زینتِ اوراق ہیں۔ یا کسی بھی شکل میں ان کے تعاون سے ہمیں حوصلہ ملا ہے۔

یہ بھی اعتراف ہے کہ اپنی محدود ضخامت اور گنجائشوں کے پیشِ نظر دیر سے موصول ہونے والے کچھ مضامین جزوی یا کلّی طور پر شاملِ اشاعت نہ کئے جا سکے ان میں سے کچھ مضامین کتابت شدہ رکھے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ موقعہ بموقعہ وہ بُرہان کے عادی شماروں میں ہدیۂ ناظر بن کئے جاتے رہیں گے۔

———— ⁂ ————

اپنی ترتیب کے لحاظ سے یہ شمارہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ان مقالات، تأثرات، خطوط، پیغامات اور بیانات پر مشتمل ہے جو مفتی صاحبؒ کے قدردان اکابر واحباب کی طرف سے موصول ہوئے۔ دوسرا حصہ مفتی صاحب رح کی سرگذشت حیات اور ان کے کارناموں کا ایک واقعاتی جائزہ ہے۔ تیسرے حصہ میں مفتی صاحب کے غیر ملکی اسفار و روابط کا تذکرہ ہے۔ اور چوتھے باب میں خود مفتی صاحب کے چند علمی مقالات۔ تقریریں اور مذاکرات پیش کئے گئے ہیں۔

© rasailojaraid.com